قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین

کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

سُوْرَۃُ النَّبَاِ

قرآن حکیم کی آخری منزل سورۂ قٓ سے شروع ہوتی ہے۔ تعدادِ سُوَر کے اعتبار سے یہ آخری منزل تقریباً نصفِ قرآن ہے اور اس میں کل ۶۵ سورتیں ہیں‘ جن میں سورۃ الحدید سے سورۃ التحریم تک دس مدنی سورتوں کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ مزید برآں دو اور سورتیں (البیّنۃ اور النصر) مدنی ہیں‘ جبکہ ان کے علاوہ باقی تمام سورتیں مکّی ہیں۔ قرآن مجید کی اس آخری منزل کے حوالے سے۔ دوسری بات یہ نوٹ کیجیے کہ قرآن مجید کا یہی حصہ سب سے پہلے نازل ہوا ہے۔ یہ حصہ حجم کے اعتبار سے اگرچہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر مشتمل ہے‘ لیکن یہ سورتیں اپنے معانی اور مفاہیم کے لحاظ سے بہت جامع ہیں۔

تیسویں پارے کی مکی سورتوں کا رنگ وہی ہے جو انتیسویں پارے کی سورتوں کا تھا‘ یعنی خبردار کرنا‘ قیامت سے قبل اور بعد میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا بیان‘ جزا و سزا‘ بعث بعد الموت اور جنت و دوزخ کا تذکرہ‘ وغیرہ —— تیسویں پارے کی پہلی سورۃ ''النبا'' ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا نقطہ آغاز انذار ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ②﴾ چنانچہ آپؐ نے سب سے پہلے آخرت کے بارے میں خبر دی تو اس پر ایک ہنگامہ سا شروع ہو گیا‘ ایک ہلچل برپا ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ اس کا نقشہ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں کھینچا گیا ہے۔ فرمایا:

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤

''یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اُس بڑی خبر کی نسبت جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں! (قیامت کے بارے میں ان کے خیالات ہرگز درست نہیں!) یہ عنقریب جان لیں گے۔ ہاں‘ ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے۔''

آیات ۶ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کیے گئے اپنے انعامات کا تذکرہ بطور دلیل کے کیا ہے کہ وہ ذات جو ان تمام چیزوں کو بنا سکتی ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو جزا و سزا کے لیے دوبارہ زندہ کرے!— اور اس کے بعد آیات ۱۷ تا ۲۰ میں قیامت کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝

''بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ فوج در فوج آ موجود ہو گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔''

آگے آیات ۲۱ تا ۳۷ میں پہلے اہلِ دوزخ اور ان کے دردناک حالات کا تذکرہ کیا گیا اور اس کے فوراً بعد اہلِ جنت اور ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں میدانِ حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ فرمایا:

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝

''یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے انعام کثیر۔ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے' بڑا مہربان ہے' کسی کو اس سے بات کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔ جس دن روح (حضرت جبرائیلؑ) اور ملائکہ (پروردگار کے سامنے) صف در صف کھڑے ہوں گے' اور اس وقت (دہشت کا وہ عالم ہو گا کہ) خدائے رحمٰن کے اذن کے علاوہ کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو گی اور جو بولے گا وہ صحیح بولے گا۔ یہ دن برحق ہے' پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس (اپنا) ٹھکانہ بنا لے۔ (اے لوگو!) ہم نے تمہیں اس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو آنے والا ہے۔ اُس دن انسان اپنے کرتوتوں کو دیکھ لے گا جو اس نے آگے بھیجے ہیں اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا!''

دیکھئے یہ کلمۂ حسرت ہے جو اُس دن وہ لوگ کہیں گے جو ناکام و نامراد قرار دیے جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں ایک چڑیا ہوتا یا گھاس کا ایک تنکا ہوتا جس کا کوئی محاسبہ نہیں! اگر انسان اس دنیا میں ہی اس محاسبے کا احساس کر لے تو وہ کامیاب ہو جائے گا' ورنہ اُس روز یہ حسرت بھرا کلمہ کہنا پڑے گا: ﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''کاش میں مٹی ہوتا!''

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

سورۃ النازعات اور سورۂ عبس جوڑے کی شکل میں ہیں۔ سورۃ النازعات کا آغاز کچھ قسموں سے ہو رہا

ہے۔ان قسموں کے مفہوم کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ فرشتوں کے مختلف اعمال کی قسمیں ہیں جس طرح سورۃ الصافات کے شروع میں ہیں —— دراصل یہ پانچ سورتیں ہیں: الصافات' الذاریات' المرسلات' النازعات اور العادیات' ان سب کا آغاز مختلف قسموں سے ہو رہا ہے —— اس سورۃ کے آغاز میں فرشتوں کے چند افعال کی قسم کھائی گئی ہے۔ فرمایا:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًاۙ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًاۙ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًاۙ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۝

''قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں' اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں' اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں' پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں' پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔''

یہاں پر مُقسَم علیہ محذوف ہے' لیکن قسم اسی بات پر کھائی جا رہی ہے جو اس سے قبل سورتوں میں آ چکی ہے۔ یعنی جس بات (قیامت) کی تمہیں خبر دی جا رہی ہے وہ اٹل اور یقینی ہے اور جزا وسزا کا معاملہ ہو کر رہے گا۔

آیات ۶ تا ۱۴ میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور آیات ۱۵ تا ۲۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو مختصراً بیان کیا گیا ہے—— جبکہ سورۃ کے دوسرے رکوع میں دوٹوک انداز میں بتا دیا گیا ہے کہ اصل فیصلہ کن بات آخرت کا یقین' آخرت کی باز پرس اور حساب و کتاب کا خوف ہے۔ اگر تو یہ انسان کے اندر موجود ہے تو انسان کا انجام اچھا اور بھلا ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو زبان سے خواہ وہ کچھ بھی کہہ رہا ہو' چاہے آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلَآئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ کا ورد کر رہا ہو' لیکن دل میں یہ کچھ نہ ہو تو اس کا انجام کچھ اور ہی ہوگا۔ فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰىۖ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰىۙ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰىۙ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَاۙ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ۝

''تو جب بڑی آفت (یعنی قیامت) آئے گی' تو اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا' اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی روش اختیار کی' اور اس دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی' تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (اس کے برعکس) جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو بُری خواہشات سے روکتا رہا' تو اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔''

آگے لوگوں کے ایک سوال کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ لازمی واقع ہوگی لیکن اس حوالے سے وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا گیا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَاؕ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَاؕ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَاؕ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَاؕ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۝

''(اے پیغمبر ﷺ! لوگ) آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ سو آپ اس کے ذکر سے کس فکر میں ہیں؟ اس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) آپ کے پروردگار ہی کو (معلوم) ہے۔ جو شخص اس سے ڈر رکھتا ہے آپ تو اسی کو ڈر سنانے والے ہیں۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔''

سُورَۃ عَبَس

اس سورۃ کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے‘ اس لیے کہ بظاہر اس میں نبی اکرم ﷺ پر گرفت ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کچھ سردارانِ قریش کی محفل میں تشریف فرما تھے اور کچھ گفتگو ہو رہی تھی —— ظاہر ہے کہ گفتگو (معاذ اللہ) کسی اپنی غرض سے نہیں بلکہ دعوتِ دین کے حوالہ سے ہو رہی تھی اور حضور ﷺ کا التفات اُن کی جانب تھا —— اس دوران درویش صحابہ میں سے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بار بار آپؐ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی‘ جس سے آپؐ کو ناگواری کا احساس ہوا اور آپؐ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ دیکھا جائے تو یہ معاملہ ہر اعتبار سے بجا(justified) تھا کہ میں مصروف ہوں اور یہ دخل اندازی کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی گناہ والی بات نہیں تھی‘ لیکن دیکھنے والوں کو بہر حال ایک اندیشہ اور گمان ہو سکتا تھا۔ یہ ہے وہ بات جس پر بظاہر کچھ گرفت ہوئی —— اسی طرح کا مضمون سورۃ الکہف کی آیت ۲۸ میں بھی بیان ہوا تھا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ﴾ ’’آپؐ اپنے آپ کو روکے رکھیے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں۔ کیا آپؐ بھی دنیا کی زندگی کے طالب ہو گئے ہیں!‘‘ معاذ اللہ‘ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ آپؐ کی یہ کیفیت ہو‘ لیکن دیکھنے والوں کو تو ایسا گمان ہو سکتا ہے‘ اس لیے کچھ گرفت ہوئی —— سورۂ عبس میں اس حوالے سے فرمایا:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾

’’(محمد ﷺ نے) تیوری پر بل ڈالے اور رخ موڑ لیا‘ جبکہ ان کے پاس آیا ایک نابینا۔ اور آپؐ کو کیا معلوم کہ (اگر آپ اس کی طرف التفات کرتے تو) شاید اس کو تزکیہ حاصل ہو جاتا‘ یا آپ اسے سمجھاتے تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔ جو استغنا دکھا رہا ہے (اور آپ کی دعوت کی جانب متوجہ نہیں ہو رہا) اس کی طرف آپ متوجہ ہیں‘ حالانکہ اگر وہ تزکیہ اخذ نہ کر سکے تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو آپ کے پاس دوڑ کر آیا‘ اور اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے‘ اُس سے آپ غفلت برت رہے ہیں!‘‘

روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد جب بھی حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے تو آپؐ اُن پر بہت شفقت فرماتے اور کہتے: ((مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ)) ’’خوش آمدید اُس شخص کو جس کے حوالے سے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا!‘‘ پھر پوچھتے: هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَة ’’کوئی کام ہے تو بتاؤ!‘‘

اس کے بعد کی آیات بہت اہم ہیں۔ آیت ۱۱ اور ۱۲ میں تو اللہ تعالیٰ کی شانِ استغنا کا بیان ہے۔ فرمایا گیا:

﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾﴾ ''(اے نبیﷺ!) یہ (قرآن) تو ایک نصیحت (یاددہانی) ہے۔ پس جو چاہے اس نصیحت (یاددہانی) سے فائدہ اٹھائے''۔ یعنی جو چاہتا ہے اس سے فائدہ اٹھالے یہ اس کے نفع اور بھلے کی بات ہے اور اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو آپ اپنے آپ کو اس کے پیچھے ہلکان نہ کیجیے۔ اگلی آیات میں قرآن کی شان اور عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾

''(یہ بڑی قدر و منزلت والی کتاب) بہت باعزت صحیفوں میں درج ہے' جو (اپنی شان میں) بہت بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں' معزز اور نیکوکار کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔''

سورۃ کے آخر میں قیامت کا نقشہ لرزہ طاری کر دینے والے انداز میں یوں کھینچا گیا ہے جسے ہم عام الفاظ میں کہتے ہیں کہ اس وقت نفسانفسی کا عالم ہوگا اور ہر انسان کو اپنی پڑی ہوگی' نہ کوئی بیٹا باپ کے کام آئے گا اور نہ باپ بیٹے کے۔ فرمایا گیا:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾

''جب وہ کٹھن گھڑی آئے گی' تو اس دن انسان دور بھاگے گا اپنے بھائی سے' اپنے ماں باپ سے' اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اُس دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی' کسی اور کی طرف اس کا دھیان ہی نہیں جائے گا۔''

سورۃ کی آخری پانچ آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان ربّ العالمین کے سامنے فیصلے کے انتظار میں کھڑے ہوں گے' جبکہ فیصلہ اور نتیجہ ان کے اپنے چہروں سے عیاں ہو رہا ہوگا۔ یوں سمجھ لیں جیسے سکول میں نتیجہ سنائے جانے کے دن اکثر بچوں کے چہروں کے تاثرات سے ان کا نتیجہ عیاں ہو رہا ہوتا ہے' اسی طرح قیامت کے دن بھی چہروں کے تاثرات سے ہر شخص کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس حوالے سے فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

''اور کتنے ہی چہرے اُس روز (نورِ ایمان سے) چمک رہے ہوں گے' خنداں و شاداں ہوں گے اور کتنے ہی چہرے ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی (اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔ یہ وہ ہوں گے جو کفّار اور بدکردار تھے۔''

سُورۃُ التَّکوِیر

سورۃ التکویر اور سورۃ الانفطار دونوں جوڑے کی شکل میں ہیں اور ان کے مضامین بھی تقریباً ایک جیسے ہیں۔ دونوں کے آغاز میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سورۃ الانفطار کی نسبت سورۃ التکویر میں یہ نقشہ ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دونوں سورتوں میں ایک ہی مضمون آیا ہے۔ سورۃ التکویر میں فرمایا: ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾﴾ ''اس روز انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے!'' جبکہ سورۃ الانفطار میں فرمایا گیا: ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿٥﴾﴾ ''اُس روز ہر انسان کو معلوم

ہو جائے گا کہ کیا اس نے آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا!''

سورۃ التکویر کی اگلی آیات میں وہ مضمون آ رہا ہے جو سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں بیان ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں پہلے حضور ﷺ کا ذکر تھا' بعد میں حضرت جبرائیل کا' اور یہاں حضرت جبرائیل کا ذکر پہلے آیا ہے اور حضور ﷺ کا بعد میں۔ جیسے حدیثِ نبوی میں ہم دیکھا کرتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی کون ہیں اور ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے کہ نہیں' اسی طرح یہ قرآن ''حدیث اللہ'' --- ﴿فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ﴾ --- ہے۔ اس کے راویٔ اول حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور راویٔ دوم حضرت محمد ﷺ۔ اب ان دونوں راویوں نے ایک دوسرے سے ملاقات بھی کی ہے یا نہیں؟ --- یہ مضمون سورۃ النجم میں آیا تھا اور اب یہاں سورۃ التکویر میں اس کا اعادہ ہو رہا ہے۔ یہاں چار قسموں کے بعد فرمایا گیا:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ؕ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ۚ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۚ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ۙ﴿۲۵﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ؕ﴿۲۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ؕ﴿۲۸﴾

''بے شک یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحب قوت' مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار اور امانت دار ہے۔ اور (اے مکے والو!) تمہارے رفیق (یعنی محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں۔ انہوں نے اس (جبرائیلؑ) کو افق مبین پر (ان کی اصلی شکل میں) دیکھا ہے۔ اور وہ پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔ اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔ تو تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ تو تمام جہان والوں کے لیے ایک یاد دہانی ہے۔ جو بھی تم میں سے چاہے سیدھی راہ اختیار کرے۔''

اس سورۃ کی آخری آیت میں مشیت الٰہی سے متعلق وہی مضمون دہرایا گیا ہے جو اس سے پہلے سورۃ المدثر --- ﴿وَمَا یَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (آیت ۵۶) ''اور نصیحت بھی تبھی حاصل کریں گے جب اللہ چاہے'' --- اور سورۃ الدھر --- ﴿وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (آیت ۳۰) ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو'' --- میں بیان ہوا ہے' جبکہ سورۃ التکویر کی آخری آیت میں اس حوالے سے فرمایا گیا: ﴿وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾﴾ ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو تمام جہانوں کا پروردگار چاہے!''

سُورۃُ الانفطار

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو گیا کہ سورۃ الانفطار کی ابتدائی آیات میں قیامت اور اس دن پیش آنے والے واقعات کا ذکر ہے' لیکن اس کا مرکزی مضمون آیت ۶ میں بیان ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۙ﴿۶﴾﴾ ''اے انسان! تجھے اپنے ربّ کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے؟'' --- اس سورت کے مرکزی مضمون کے حوالے سے یہ سمجھ لیجیے کہ ہمارے ہاں گمراہی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ غفّاری کو ذہنی سہارا بنا کر گناہوں پر جری ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمت کی اس قدر امید کہ اُس کی پکڑ

کا خوف نہ رہے' یہ ہمارے ہاں گمراہی کی ایک بہت بڑی صورت ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ انسان میں بین الخوف والرّجاء کی کیفیت برقرار رہے۔ اللہ کی پکڑ کا خوف بھی دل میں ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی ہو۔ اگر یہ دونوں کیفیات بیک وقت ہوں اور متوازی بھی ہوں تو انسان کا طرزِ عمل درست ہے' لیکن اگر اس کی رحمت اور شانِ غفاری کے حوالے سے دھوکہ کھا گئے —— جیسے سورۃ الحدید میں فرمایا:﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾﴾ ''اور تم کو دھوکہ دیا اللہ کے بارے میں بڑے دھوکہ باز (شیطان) نے'' —— تو یاد رکھو کہ وہ انتقام لینے والا اور سزا دینے والا بھی ہے۔ اس لیے آگے آیات میں فرمایا:

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۚ

''ہرگز نہیں' بلکہ تم لوگ تو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر (اور تمہارے اعمال کو) لکھنے والے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ جنت میں' اور گناہگار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔''

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن

سورۃ المطفّفین اور سورۃ الانشقاق بھی ایک جوڑے کی شکل میں ہیں ——'طف' عربی زبان میں بہت ہی حقیر چیز کو کہا جاتا ہے اور مطففین کا مطلب ہے بہت ہی حقیر چیز کے لیے دھوکہ دینے والے —— کم تولنا بھی ایک دھوکہ ہے جس میں انسان معمولی سی چیز کے لیے اپنا ایمان فروخت کر دیتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۗ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ

''ہلاکت ہے گھٹانے والوں کے لیے۔ جو لوگوں سے ناپ تول کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں' اور جب ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا انہیں گمان نہیں کہ ایک دن انہیں اٹھایا جائے گا! وہ بہت بڑا دن ہے' جس دن لوگ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔''

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ان سورتوں کی بعض آیات قرآن مجید کے فلسفہ وحکمت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں' اس سورۃ میں بھی قرآن مجید کے فلسفہ وحکمت کے اعتبار سے دو مقام بہت اہم ہیں۔ پہلا مقام ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۗ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾

''جب اس کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں۔''

انسانی جسم میں دل بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس میں معرفتِ خداوندی مضمر ہے۔ یہ گویا آئینہ جہاں نما

ہے، لیکن اس پر انسان کے برے اعمال کی وجہ سے داغ دھبے پڑتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جب انسان کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک داغ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو وہ داغ مٹ جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے اور گناہ کرتا رہے تو اسی طرح داغ پڑتے پڑتے دل پوری طرح زنگ آلود ہوتا ہے اور بند مٹھی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ آئینہ قلب کے جلاء وصیقل کا ذریعہ تلاوت قرآن مجید ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُ هَا؟ قَالَ :((كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ)) (رواہ البیھقی)

''بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے!'' دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! اس زنگ کو دُور کس چیز سے کیا جائے؟ فرمایا: ''موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت!''

قرآن مجید کے فلسفے اور حکمت کے حوالے سے اس سورۃ کا دوسرا اہم مقام آیت ۲۶ ہے۔ ماقبل آیات میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں فرمایا: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۝﴾ ''تو (جنت کی ان نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اس کی رغبت کریں''۔ تنافس کہتے ہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو۔ یہاں فرمایا گیا کہ جنت کی نعمتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دولت، شہرت، عزت، وجاہت اور اقتدار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورۃ کی آخری آیات جزا وسزا کے حوالے سے مؤمنین کے لیے بہت امید افروز اور حوصلہ افزا ہیں۔ ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ۝ عَلَى الْاَرَاۗىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝

''جو گنہگار (یعنی کفار) ہیں وہ (دنیا میں) مؤمنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔ اور جب اپنے گھر کو لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے۔ اور جب ان (مؤمنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ تو آج مؤمن کافروں سے ہنسی کریں گے۔ (اور) تختوں پر (بیٹھے ہوئے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو کیا کافروں کو ان کے اعمال کا (پورا پورا) بدلہ مل گیا!''

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاق

سورۃ المطففین کی طرح اس سورۃ میں بھی قرآن مجید کے فلسفہ وحکمت کے اعتبار سے ایک بڑی عظیم آیت آئی ہے۔ سورۃ کی ابتدا میں چند قسموں کے ذکر کے بعد آگے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ

''اے انسان! تم کو دکھ سہتے ہوئے بالآخر اپنے رب کے حضور پہنچ جانا ہے۔''

فلسفہ کے اعتبار سے یہ بہت عظیم آیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کو بے پناہ دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ بدھ مت کا فلسفہ یہ ہے کہ ''سرو دکھم'' یعنی اس دنیا میں دکھ ہی دکھ ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بھولنے کا مادہ رکھا ہے' جو ایک safety valve ہے کہ کچھ وقت کے بعد وہ یہ دکھ بھول جاتا ہے' ورنہ یہ صدمات انسان کے لیے سوہانِ روح بن جائیں۔ دوسری طرف یہ صدمات اور تکلیفیں حیوان بھی برداشت کرتے ہیں' لیکن انسان کا معاملہ حیوانات سے مختلف ہے اور انسانوں کو ان تمام مصائب اور تکالیف کو برداشت کرنے کے بعد ایک دن اپنے رب کے سامنے محاسبہ کے لیے بھی کھڑا ہونا ہے۔ چنانچہ اس دن کے حوالے سے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ

''اُس دن جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' تو اُس کا حساب کتاب آسان ہوگا' اور وہ لوٹے گا اپنے گھر والوں کے پاس بہت مسرور وشادمان ہو کر!''

''حساب یسیر'' کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ربّ العالمین کے سامنے پیشی ہوگی اور بس سرسری سا حساب ہوگا۔ اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَّسِيْرًا ''اے اللہ! ہم سے آسان حساب لینا!'' آگے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ

''اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے تھمایا جائے گا' وہ تو موت کی خواہش کرے گا۔ (لیکن موت نہیں آئے گی) اور وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یہ اپنے اہل وعیال میں بہت مسرور رہتا تھا' اور خیال کرتا تھا کہ اُس کو کبھی (اللہ کی طرف) لوٹنا نہ ہوگا۔''

غور کیجیے کہ جس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ وہاں اپنے اہل وعیال کے پاس خوش ہو کر آئے گا' جبکہ یہ شخص جس کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملا ہے یہ دنیا میں اپنے گھر والوں کے ساتھ عیاشیاں کر آیا ہے' اس لیے اب اس کے لیے جہنم ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من ذٰلک!

سُورۃ البُرُوج

اگلا جوڑا سورۃ البروج اور سورۃ الطارق کا ہے۔ سورۃ البروج میں بدترین تعذیب وتشدّد کا ایک تاریخی واقعہ ذکر کیا گیا ہے' جس میں ایک مشرک بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے کچھ لوگوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ ان کا قصور بس یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔ سورۃ المؤمن میں بھی ہم نے مؤمن آلِ فرعون کا یہ قول پڑھا تھا: ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ (آیت ۲۸) ''کیا تم ایک شخص کو قتل کرنا چاہتے

ہو صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے!''— فرمایا:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾

''خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیے گئے۔ (یعنی) آگ (کی خندقیں) جن میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا۔ جبکہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو (سختیاں) اہلِ ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے اور ان مؤمنوں سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی اور وجہ سے نہ تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے۔ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔''

سُورۃُ الطَّارِق

سورۃ الطارق کی ابتدا بھی قسموں سے ہو رہی ہے۔ رات کو نمودار ہونے والے روشن تارے کی قسم کھا کر فرمایا: ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾﴾ ''کوئی جان ایسی نہیں ہے جس پر کوئی نگہبان نہیں ہے!'' پھر انسان کو اس کی اپنی پیدائش پر غور کرنے کو کہا گیا ہے۔ فرمایا:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾

''پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا ہوا ہے، جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔''

آگے آسمان اور زمین کی قسم کھا کر قرآن مجید کی حقانیت کو بیان کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

''آسمان کی قسم جو بارش برساتا ہے، اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی (یعنی فصل اگاتی) ہے، یقیناً یہ قرآن قولِ فیصل (حق کو باطل سے جدا کرنے والا بن کر نازل ہوا) ہے۔ اور یہ بے ہودہ بات نہیں۔ یہ لوگ اپنی چال چل رہے ہیں، اور میں بھی اپنی تدبیر کر رہا ہوں۔ تو (اے نبی ﷺ!) آپ ان کافروں کو بس چند روز کی مہلت دیں!''

یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی رسّی دراز کی ہوئی ہے، لیکن اس کے بعد عنقریب یہ شکنجے میں کسے جانے والے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ!

❁ ❁ ❁